حدیث-۳

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے

عن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال :
المرء مع من أحب (فتح الباری۔کتاب الادب م۱۰ص۵۵۷۔صحیح مسلم)

''حضرت عبداللہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''آدمی (کا حشر) اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت اور تعلق خاطر رہتا ہے۔''

مفہوم

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت محض زبانی دعویٰ اور جذب و مستی کے اظہار کا نام نہیں بلکہ اس زبانی دعوی اور جذب و مستی کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل پیروی اور انھیں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا اور آپ کے طریقۂ زندگی کو عملی طور پر برتنا بھی ضروری ہے۔ محبت کوئی گیت نہیں کہ صرف گا دینا اور لوگوں کو سنا دینا کافی ہو، اور نہ کچھ الفاظ کا صرف زبان سے ادا کر دینا ہی محبت ہے۔

بلکہ محبت نام ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کا اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونے کا اور کسی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دوستی رکھنا ہی اس شخص کے ساتھ محبت اور لگاؤ کی علامت ہے اور قلبی لگاؤ اور فکری یگانگت ہی وہ

طاقت ور ذریعہ ہوتا ہے، جس کے اثرات انسانی زندگی کے شب و روز میں بہت کھل کر ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد پاک کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس قسم کے لوگوں سے تعلق و محبت رکھے گا، اسی قسم کے لوگوں کے ساتھ اس کا حشر بھی ہوگا، جس نیت سے محبت کرے گا، اسی نیت کے اعتبار سے اس کا نتیجہ بھی اس کے سامنے آئے گا۔ اجر وثواب کا دارومدار اس کی نیت ہی پر ہوگا۔ اس لئے ہر مسلمان سے سب سے پہلے یہی مطالبہ ہوتا ہے کہ کسی سے اس کی دوستی اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہو، اور نبی کریم ﷺ سے اس کی محبت ایسی ہو کہ اس کی ایک ایک ادا، نشست و برخاست اور بول چال ہر چیز میں محبت رسول کا عکس نظر آتا ہو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص مومن کامل اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ کو اپنے ماں باپ، اولاد حتیٰ کہ تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔''

قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ اور حکم ملتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ.

(ال عمران: ۳۱، ۳۲)

''اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کردے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے، کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔''

مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان تمام لوگوں کے بارے میں قول فیصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویدار تو ہیں لیکن وہ اسوۂ رسول کو نہیں اپناتے جیسا کہ صحیح میں روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں وہ مردود (نامقبول) ہے۔ حضرت حسن بصری اور علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ محبت خداوندی کے دعویدار ہوئے تو اللہ رب العالمین نے اس آیت پاک کے ذریعہ ان کی محبت کو پرکھا

اور امتحان لیا، فرمایا، ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ آپ کہہ دیجئے اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حدیث پاک اور آیت کریمہ کے مفہوم کی وضاحت وتشریح کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''دین نام ہی ہے اللہ کی خاطر محبت کرنے یا اس کی خاطر غصہ اور ناراض ہونے کا۔'' اس کے بعد آیت مذکور پڑھی۔

مفسر ابن کثیر آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر خاص و عام کو حکم فرمایا ''قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا'' (کہدو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اگر نہ مانیں) یعنی اگر اس کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں، تو صاف اعلان ہے (فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ) تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

آیت سے اچھی طرح واضح ہو رہا ہے کہ شریعت کے معاملہ میں آپ ﷺ کے کسی حکم کی مخالفت کفر ہے، اور جس کے اندر یہ بات پائی جائے اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں فرماتا خواہ وہ شخص اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا عقیدہ اور دعویٰ رکھتا ہو اور اس کے قرب کا حصول چاہتا ہو، تاوقتیکہ وہ نبی امی ﷺ کی پیروی نہ کرے۔

حضور ﷺ اپنے اصحاب کو بہت اچھی طرح جانتے اور ان کی خصوصیات ومزاج کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ وہ بدوی ہیں ان میں نرمی ومحبت کا مادہ کم ہے لہٰذا آپ ان کے اندر اس محبت کو یعنی محبت رسول ﷺ کو دھیرے دھیرے حکمت وترغیب کے ساتھ پروان چڑھاتے تھے۔ آگے کی روایت سے اس کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ دیہات کا ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ کے رسولؐ قیامت کب آئے گی؟''۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تیرا برا ہو تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے جو پوچھ رہا ہے؟ اس بدوی نے جواب دیا کہ قیامت کے لئے میں نے کوئی (خاص) تیاری تو نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تم جس سے محبت کرتے ہو (قیامت میں) اسی کے ساتھ ہو گے۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا ''اور اسی طرح ہم لوگ بھی''؟ آپ ﷺ

نے فرمایا : ہاں! آپ ﷺ کا جواب سن کر ہم لوگ اس دن بہت ہی زیادہ خوش ہوئے۔
(فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۵۵)

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (آپ کا یہ ارشاد کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔ سن کر مسلمانوں کو ہم نے اتنا زیادہ خوش ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا) اس خوشی کا سبب یہ تھا کہ پورے خلوص، دل کی گہرائی اور جان قربان کر دینے کی آرزوؤں کے ساتھ محبت رسول ﷺ ان کے دل میں گھر کر گئی تھی، ان کو ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی جدائی گوارا نہ تھی۔ دنیا میں نہ آخرت میں۔ لیکن ان کے خیال و گمان میں آخرت میں آپ کی صحبت و معیت کا حصول مشکل معلوم ہوتا تھا کہ آخرت میں ان کے اس شوق صحبت و معیت کا اندازہ لگانے کے لئے ان میں سے بعض حضرات فراق و جدائی کے تصور سے اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ پاتے تھے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا: حضرات انصار میں سے ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے چہرے پر رنج و غم کے آثار تھے، یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے تم غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ دل میں ایک بات نے پریشان کر رکھا ہے، آپ نے پوچھا! وہ کیا بات ہے؟ ان انصاریؓ نے جواب میں عرض کیا: اللہ کے رسولؐ ہم صبح شام خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہیں، آپ کی مبارک مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے، انبیاء کرام کے ساتھ ہوں گے، ہماری رسائی وہاں کیوں کر ہو سکے گی۔ آپ کی یہ جدائی اور فراق ہم کس طرح برداشت کریں گے۔ آپ ﷺ خاموش رہے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقاً. (النساء:۶۹)

''اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے

روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔''

اس آیت کے اترتے ہی ان انصاری کو آپ ﷺ نے بلایا اور خوش خبری سنائی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے فرمودات اور حکموں پر عمل کرے گا اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے، ان سے بچے گا تو اللہ جل شانہ اس کو شرف وعزت کی جگہ میں رکھیں گے، اور انبیاء کرام کا ساتھ نصیب ہوگا، اس کے بعد جن لوگوں کا رتبہ ہے یعنی صدیقین، اس کے بعد شہداء اس کے بعد عام مسلمان (صالحین کرام) سب کا ساتھ ہوگا۔ اور یہ بہترین ساتھی ہوں گے۔ آپ ﷺ کے ارشاد پاک کے یہی معنیٰ ہیں کہ آدمی جس قسم کے لوگوں سے محبت رکھے گا انھیں لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ سے نہایت درجہ محبت ہے، یہاں تک کہ میں گھر میں بھی آپ کو یاد کرتا ہوں میں چاہتا ہوں اور میری آرزو وتمنا رہتی ہے کہ آپ کے مرتبے میں بھی (یعنی جنت میں جہاں آپ ہوں گے) آپ کے ساتھ رہوں۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔

صحیح مسلم میں ربیعۃ بن کعب اسلمی سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رات گذارا کرتا تھا آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لاتا اور دیگر خدمات انجام دیتا۔ (میری اس خدمت گذاری سے خوش ہوکر) آپ نے فرمایا۔ مانگو! کچھ سوال کرو۔ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول جنت میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں، آپ نے فرمایا۔ (اس کے علاوہ کچھ اور) میں نے عرض کیا میں تو بس آپ کی رفاقت ہی کا طلب گار ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو کثرت سے نوافل پڑھنے میں میری مدد کرو یعنی خوب نوافل پڑھا کرو آپ کے ارشاد، کہ جس سے آدمی کو محبت ہوگی اسی کے ساتھ ہوگا۔ یہ مطلب ہے کہ آپ کی ایک ایک ادا کو اپنایا جائے کہ۔ ان المحب لمن یحب مطیع۔ عاشق اپنے معشوق کے چشم وابرو کے اشارہ پر چلتا ہے، لہٰذا جو امتی بھی آپ سے محبت کرتا ہے اس کو آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ محبت رسول

ﷺ کی ایک دلکش تصویر ملاحظہ ہو۔

عمرو بن مرہ جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر عرض کیا: ''اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں! اور آپ ادنیٰ شک وشبہ کے بغیر اللہ کے رسول ہیں۔ میں پنج وقتہ نمازیں پابندی سے ادا کرتا ہوں، مال کی زکوۃ دیتا ہوں، رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہوں، (ان کی بات سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کا انتقال اس حال میں ہوگا وہ قیامت کے دن انبیاء کرام صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

آپ ﷺ اپنی امت کو اللہ ہی کی خاطر محبت کرنے اور نیک صحبت اختیار کرنے کی طرف برابر متوجہ فرماتے رہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے دوست کے ساتھ رہے گا لہٰذا اس کو دیکھ بھال کر غور وفکر کر کے دوستی کرنی چاہئے۔ پھر فرمایا: آدمی جس سے دوستی رکھے گا اسی کے ساتھ ہوگا۔

اس سے بڑھ کر وہ خوشخبری ہے جو صحاح اور مسانید میں اور دیگر صحابہ کی جماعت سے متواتر طریقوں سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کچھ نیک حضرات سے محبت رکھتا ہے حالانکہ ان سے ملاقات نہیں ہوسکی ہے تو آپ نے فرمایا: آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: میں حضور ﷺ سے محبت کرتا ہوں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت کرتا ہوں اور اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ مجھے انھیں حضرات کے ساتھ اٹھائے گا، اگر چہ میں ایسے اعمال نہ کر سکا جیسے ان حضرات نے کئے ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانوں کے جنتی لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرق ومغرب کے افق پر مائل بغروب چمکتے ہوئے تارے نظر آتے ہیں۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا! اللہ کے رسول ﷺ یہ تو انبیاء کرام کے مقامات ہیں دوسرے لوگ وہاں نہیں پہنچ سکتے، یہ سن کر آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ خدا کی قسم وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی، وہ اس مرتبہ کو پہنچیں گے۔ نیک صحبت کا مسئلہ صحابۂ

کرام کے قلب وروح پر طاری رہتا تھا، لہٰذا آخرت کی صحبت ومعیت کی فکر بھی ان کو دامن گیر رہتی تھی کہ دنیا میں وہ صحبت نبوی کی لذت کا مزہ چکھ چکے تھے۔ یہ تو ایسی چیز ہے کہ ہر اس دل کو جو حضور ﷺ کی صحبت سے معمور وفکر مند رکھے گا کہ آخرت میں بھی یہ صحبت نصیب ہو۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لئے کچھ معیار اور پیمانے مقرر فرمادیئے ہیں۔

محبت کے سلسلے کی بنیادی چیزیں

مدینہ منورہ کا ماحول ومعاشرہ تین طبقوں پر مشتمل تھا۔ مسلمان، یہود ونصاریٰ اور مشرکین ومنافقین۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ گذشتہ ماحول کے اثرات، انس وتعلق، عادت اور طبعی میلان وکشش کبھی کبھی بعض مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ نرمی اور تعلق رکھنے پر آمادہ کرتی ہے اور وہ ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے لئے کچھ معیار اور پیمانے مقرر فرمادیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''دل سے دوستی ومحبت صرف بندۂ مومن سے کرو جو احساس و عقیدے میں تمھارے دل کی آواز سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اعزاز وتکریم کے جذبے سے تمہارا کھانا خوف خدا رکھنے والے بندے ہی کھائیں یعنی انھیں کو دلی قدر ومنزلت کے ساتھ کھلاؤ اور دعوت کرو''۔ اس لئے کہ جس طرح کے لوگوں سے انس اور خلا ملا ہوگا انھیں کے ذوق و مزاج کا عکس تمھارے آئینۂ قلب پر پڑے گا۔ اچھے ساتھی اور دوست کے اثرات وفوائد اور برے ساتھیوں کے نقصانات کو آپ ﷺ نے نہایت بلیغ اور انوکھی مثال دے کر واضح فرمایا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک فروش اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے کہ مشک فروش یا تو تمھیں کچھ خوشبو دے دے گا یا تم اس سے خرید لوگے اگر یہ دونوں باتیں بھی نہ ہوئیں تو جب تک اس کے پاس رہوگے خوشبو محسوس کروگے، اس کے برعکس بھٹی دھونکنے والا تمھارے کپڑے جلا دے گا یہ نہیں تو تمھاری ناک میں بدبو سما جائے گی، جو طبیعت کو مکدر کردے گی''۔ (صحیح مسلم کتاب البر)

بات اچھی طرح سمجھانے اور واضح کردینے کے لئے یہ نہایت بلیغ مثال ہے۔ اچھے آدمی کی صحبت کی مثال عطر فروش سے دی اور برے شخص کی صحبت کو بھٹی دھونکنے والے سے، اس کے ذریعے آپ ﷺ نے ملنے جلنے کا مفید طریقہ بتادیا، ساتھی اور دوست بنانے کی غرض وغایت

کھول کر بیان فرمادی۔اسی لئے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمادیا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے اللہ واسطے محبت کرتا ہو، اللہ کے دین کی وجہ سے محض بہی خواہانہ جذبہ سے انس والفت اور بھائی چارگی رکھتا ہوتو اپنے اس بھائی کو بتادے کہ میں تم سے اللہ واسطے محبت رکھتا ہوں، تاکہ وہ بھی اسی کے مطابق معاملہ کرے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتادے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں''۔(تحفۃ الاحوذی م۷ص۷۱)

آپ ﷺ اس تلقین وتشویق کو وقفہ وقفہ سے تازہ فرماتے رہتے تھے، اور مادی چیزوں کو بھی روحانی وقلبی تعلق سے جوڑ دیتے تھے۔ معاذ بن جبل فرماتے ہیں ہم نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری عظمت کے سبب باہم محبت کرنے والے لوگوں کے لئے نور کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء کو بھی رشک آئے گا''۔

(تحفۃ الاحوذی م۷ص۶۶)

ان فرمودات نبوی پر غور وفکر کرنے سے جو تصویر ہماری نگاہوں میں بنتی ہے وہ ہم کو مدینہ منورہ کے اس پرسکون اور حسین انسانی معاشرے میں پہنچا دیتی ہے، جس کے بہت بڑے حصے کو ہم نے بھلا رکھا ہے، اس پہلو سے ہمارے اندر بڑی کمزوری آ گئی ہے۔ ہم اس سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ اس کے نہ ہونے سے ہم پر ذلت ونکبت کا گمبھیر سایہ ہے۔

مدینہ منورہ کی فضاؤں میں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے دِل میں مادی چیزوں میں بھی تعلق مع اللہ کے جذبات پیدا فرمادیتے ہیں، آپ ﷺ دلوں کو مادی پراگندگی سے اس طرح پاک وصاف فرمادیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا امتی ایمان کامل کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ جب وہ کسی شخص سے محبت کرتا ہے، یا کسی ایسی چیز کا طلبگار ہوتا ہے جو دنیا سے تعلق رکھتی ہے، یا اپنی کسی خواہش وچاہت کو پورا کرنا چاہتا ہے، دنیا کے کسی قانون واصول کو اپناتا ہے، تو ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ومحبت کو پیشِ نظر رکھنا اس کی زندگی کو آسان بنا دیتا ہے، ہمہ وقت اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی

محبت ہی اس کے دل پر چھائی رہتی ہے۔

علمائے کرام نے ان اسباب ومحرکات کو بیان فرمایا ہے، جن کے اپنانے سے اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتا ہے اور بندے میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا شوق و جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب مدارج السالکین میں اس موضوع پر بڑی دلچسپ ومفید بحث کی ہے اور وہ اسباب گنائے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ان میں چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) قرآن کریم کو غور وفکر کے ساتھ معانی کو سمجھ کر پڑھنا اور اس کی مراد کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔

(۲) فرائض کے بعد نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

(۳) ہر حال میں اس کو یاد کرنا۔ دل وزبان سے بھی عمل اور حال سے بھی۔

(۴) خواہشوں کے غلبے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو ترجیح دینا۔

(۵) دل سے اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کو تازہ کرتے رہنا اور ان کو پہچاننا اور دیکھنا اور اس کی معرفت ہی کی فکر میں لگے رہنا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا استحضار رکھنا، اس کی نشانیوں اور ظاہر و پوشیدہ نعمتوں کو یاد کرتے رہنا کہ اس سے دل میں منعم کی محبت بڑھتی جائے گی۔

(۷) اس کے سامنے انکسار وخود سپردگی کی ادا پیش کرنا۔

(۸) سحر خیزی یعنی تہجد کا اہتمام کرنا جو اللہ تعالیٰ کے سماء دنیا پر نزول کا وقت ہوتا ہے یہ دعا و مناجات کا بہترین وقت ہوتا ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مجلس میں بیٹھنا اور ان کی اچھی اچھی باتوں کو دل میں اتار لینا۔

انھیں باتوں کو اختیار کر کے محبت کے مرتبے کو پہنچا جا سکتا ہے۔

دل کو صاف وشفاف رکھنے اور دنیا کی پراگندگی سے بچانے کے لئے اور نفس کو معدہ و مادہ کی محبت سے دور رکھنے، دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے بچنے کے لئے ان مذکورہ باتوں کا خیال و دھیان رکھنا ضروری ہے۔ جس بندۂ مومن کو محبت کا یہ جام حاصل ہوگا وہ قیامت کے دن انبیاء کرام، شہداء عظام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

موجودہ حالات اور حدیث

(۱) حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو اچھے اور نیک لوگوں سے دوستی کرنی چاہئے اور اچھی مجلسوں میں بیٹھنا چاہئے۔

(۲) یہ حدیث نوجوانوں کو راہ دکھاتی ہے کہ علماء کرام، دین کے داعیوں اور نیک لوگوں سے ملتے رہیں اور ان کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہیں، ان کے اخلاق و کردار کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں اور اچھے اعمال میں انھیں کے طریقے کو اپنائیں۔

(۳) یہ حدیث محبت اور بھائی چارہ کی دعوت ہے اور مومن میں اس بھائی چارے کا بیج بوتی ہے جو قرآن کریم کا مطلوب ہے۔ ''انما المومنون اخوۃ''۔

(۴) اس موضوع پر جن احادیث کا ذکر ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن بندہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ سے محبت رکھے گا تو خواہ وہ ان کے معیار کے بعض اعمال کو نہ کر سکے تاہم قیامت کے دن انھیں حضرات کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

حدیث - ۴

ایمان کی مٹھاس

عن انس بن مالك رضى الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال : ''ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان ۔ أن يكون الله ورسوله أحب اليه مما سواهما ۔ وأن يحب المرء لا يحبه الا لله ۔ وأن يكره أن يعودَ فى الكفر بعد أن أنقذه الله منه كمايكره ان يقذف فى النار ۔ (متفق عليه)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے اندر تین صفات پائی جائیں گی، اس کو ایمان کا لطف حاصل ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہر چیز سے زیادہ اس کو محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص جس شخص سے بھی محبت کرے اللہ واسطے محبت کرے۔ اور تیسرے یہ کہ وہ ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہو جتنا یہ کہ اس کو آگ میں ڈالا جائے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت عظیم اور اسلام کی بنیادی اور اصولی چیزوں میں سے ایک ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایمان کی مٹھاس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے اور ان کی خوشنودی کی خاطر مشقت جھیلنے میں لطف و مزہ آئے اور دنیا کی چیزوں پر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند و ناپسند کو مقدم رکھے، اس پر ترجیح دے، اللہ سے بندے کی محبت یہ ہے کہ اس کے حکموں پر چلے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے یہی مطلب محبت رسول ﷺ کا بھی ہے۔ (صحیح مسلم (شرح نووی) ج ۲ ص ۱۳)

ایمان کی مٹھاس کی پہچان یہ ہے کہ بندۂ مومن کے دل میں یہ یقین جم جائے کہ پیش

آنے والی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کو جو پریشانی یا خوشحالی پیش آئی ہے وہ مقدر تھی اس سے ٹل نہیں سکتی تھی، اور جو چیز اس کو نہ پہنچی اس کا نہ پہنچنا یا نہ ملنا پہلے سے مقدر تھا، اگر سارے لوگ مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہتے تو اس پر قادر نہیں تھے بس وہ اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر فرمادیا ہے، اور اسی طرح اگر تمام لوگ مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہیں تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے بس اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. ''(التوبہ:۵۱)

''کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی، بجز اس کے کہ خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسا رکھنا چاہئے۔''

ایمان کے لطف و مزہ کا مطلب یہ ہے کہ بندۂ مومن غیر اللہ کے خوف، بزدلی، جزع و فزع سے آزاد ہو اور صبر و ثبات، ہمت و جواں مردی اور مہم جوئی کے جذبات سے آراستہ ہو، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے دعوے میں وہی شخص سچا ہے جس کا ایمان یقین کی دولت سے بہرہ ور ہو اور اس کا نفس اس پر مطمئن ہو، دل میں ایمان کی ایسی بشاشت سمائی ہو جو اس کے رگ و ریشے میں دوران خون کی طرح جاری و ساری ہو، ایسے ہی شخص کو ایمان کی مٹھاس اور اس کا لطف حاصل ہوتا ہے اور فرمایا، اللہ واسطے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ محبت دل کی پسند و ناپسند کا اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کے تابع ہو جانے کا نام ہے۔ یعنی انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے بندہ بھی اس کو ناپسند کرے۔ (شرح نووی)

حلاوت ایمان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کے لئے رزق میں کشادگی فرمادی کسی اور کے بس میں یہ نہیں تھا کہ اس کو روکتا، اور کوئی شخص جب تک اپنا رزق پورا نہ کر لے

اور موت کے مقررہ وقت سے پہلے کی مدت گذار نہ لے اس کی موت نہیں آ سکتی۔ حلاوت ایمان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مسلمان دنیا کی بہت زیادہ حرص اور اس کی طلب میں ہمہ وقت سرگرداں رہنے سے محفوظ ہو، اسی طرح وہ نفسانی لالچ، بخل اور خرچ کرنے کے موقع پر کم خرچ کرنے کے مرض سے دور ہو، بلکہ اس کے اندر جود وسخا، دوسروں کو اپنے پر مقدم رکھنے اور دینے کا شوق وجذبہ پایا جاتا ہو، وہ قناعت اور بقدر ضرورت ہی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہو۔

حاصل کلام یہ کہ دل میں ایمان کی ایک خاص لذت اور لطف کی کیفیت پائی جاتی ہے جو تقریباً شعوری اور حسی مٹھاس جیسی ہوتی ہے بلکہ اکثر اس سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے جس سے نہایت کڑوی چیز کو دفع اور دور کیا جاسکتا ہے اس کا ادراک واحساس اسی شخص کو ہوسکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو۔ (سنن نسائی، ج ۸ ص ۹۶)

ایمانی لذت اور مٹھاس کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندۂ مومن خواہشوں کی غلامی، نفس امارہ کے قید وبند اور مال وزن کے فتنے سے آزاد ہو، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور اپنے ہر کام کو اسی طرح رضا وخوشنودی کی خاطر کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو، اپنے ہر کام میں اسی سے مدد کا طالب ہو اور اس کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے اس پر سرِ تسلیم خم رکھے، اپنی ذات سے متعلقہ فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری امانت ومستعدی کے ساتھ ادا کرنے میں لگا ہو۔

ایمان کی لذت اور مٹھاس کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مومن ایمانی لذت کی ان صورتوں کو ذیل میں مذکور طریقوں سے حاصل کرنے کی فکر کرے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ محبت حقیقی معنی میں اللہ اور اس کے رسول ہی سے ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ ہی کی مثالی ذات نے اس کو پیدا کیا ہے، بندوں کو اسی نے ظاہری وباطنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس رحیم آقا نے پوری کائنات کی چیزوں کو انسانی ضرورتوں کے تابع بنا دیا ہے۔ اس لئے بھی حقیقی محبت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ بندہ اسی کا محتاج ہے اور ہر حال میں اس کا سہارا اور بھروسا اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ

خُلَفَآءَ الْاَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل:۶۲)

''بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔''

آگے فرمایا ہے:

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (النمل:۶۳)

''بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خدا (کی شان) اس سے بلند ہے۔''

آگے مزید فرماتا ہے:

أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. (النمل:۶۴-۶۲)

''بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے اور (کون) تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) کہہ دو (مشرکو!) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے محبت کے اس معیار پر ہونا چاہئے جو اس کے شایانِ شان ہے، کہ وہ مالک و خالق بھی ہے اور بندوں کا حاجت روا بھی، بندہ اپنے کو اسی کا محتاج سمجھتا ہے،

اسی پر بھروسا کرتا ہے، اپنی جملہ ضروریات میں اسی کی مدد کا طلبگار رہتا ہے، اس کی نعمتوں اور فضل وعنایت پر شکر گزار رہتا ہے۔ جو بندہ ایسا نہیں کرتا وہ محبت کے دعوی میں جھوٹا ہے اس کو ایمان کا لطف ومزہ نہیں نصیب ہوگا۔

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں'' کی علماء یہ تشریح فرماتے ہیں کہ محبت سے مراد محبت اختیاری ہے طبعی نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو نفسانی خواہشوں اور دیگر تمام چیزوں پر مقدم رکھے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس سے یا جس شے سے بھی محبت کرے اللہ ہی کے لئے کرے، اپنی پسند وخواہش کی وجہ سے نہ کرے، ان تمام چیزوں کو ناپسند کرے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور ان سے ناراض ہوتا ہے۔ محبت وناراضی دونوں گویا ایک ہی چیز ہیں کہ بندہ اپنے کو رب ذوالجلال کی پسند وناپسند کے تابع کردے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پورے طور پر بندے کو محبوب ہو۔ اپنی ذات اور نفس اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیچ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف نظر جائے ہی نہیں کہ یہ اسی کا غلام اور بندہ ہے اور غلام تو آقا ہی کے چشم وابرو کے اشارہ کا منتظر اور اسی کی پسند وناپسند کے تابع ہوتا ہے۔ جب یہ بات پائی جائے گی جبھی بندے کا نفس اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہوگا۔ اسی وقت اس پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد پوری طرح منطبق ہوگا کہ تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (سنن نسائی، جلد ۸ ص ۹۶)

اس کے بعد اپنی محبت اور دوستی اللہ کے رسولؐ کی مرضی کے تابع کردے اس لیے کہ آپ ہی کی ذات (ان تمام لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہونے میں جو انسانیت کے بلند مقام کے خواہاں ہوں اور بڑائی اور کمال کے مرتبے پر پہنچنا چاہتے ہوں) اس کی مستحق ہے، آپ کی ذات اس لیے بھی اس محبت ودوستی کی مستحق ہے کہ آپ نے اپنے رب کی امانت بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کیا، اپنے رب کا پیغام بندوں تک پہنچایا اور امت کی بہی خواہی کا حق ادا کیا۔

نبی کریم ﷺ سے ہماری محبت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے :

قُلْ اِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

صحابہ کرام کے حالات میں آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کے عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب مشرکین زید بن دثنہ کو قتل کرنے کی غرض سے حرم سے باہر مقام تنعیم میں لے گئے اور راستے میں حضرت خبیبؓ بن عدی انصاری اور زید بن دثنہ کی ملاقات ہوگئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو یہ نصیحت وتلقین کی کہ اس راہ میں جو بھی مصیبت پیش آئے اس پر صبر وثابت قدمی کے ساتھ جمے رہنا، حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت کافر تھے، انھوں نے زید بن دثنہ سے کہا کہ تم کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں، بتاؤ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اس وقت ہمارے قبضے میں محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوں، ہم ان کی گردن ماردیں اور تم بجائے دار پر ہونے کے اپنے گھر والوں میں رہو؟

ابوسفیانؓ کے جواب میں حضرت زیدؓ نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے یہ تک گوارا نہیں کہ محمد ﷺ اس وقت ہماری جگہ ہوں اور ان کو کوئی کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل وعیال میں رہوں۔

یہ سن کر ابوسفیانؓ نے کہا : ''ہم نے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں''۔

نسیبہ بنت سعد انصاری کا قصہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کے بھائی، باپ اور شوہر تینوں شہید ہوگئے تھے۔ جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو پوچھا حضور ﷺ کا کیا حال ہے، مقصود خیریت پوچھنا تھا، لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں! یہ سن کر ان کو چین نہ آیا اور کہا، مجھے دکھا دو میں اپنی آنکھوں سے آپ ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب آپ ﷺ کو دیکھ لیا تب دل کو قرار آیا اور کہا کہ آپ موجود ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ اور اس کے رسول محمد ﷺ سے خلوص کے ساتھ محبت ہوتی ہے، وہ ان کی آواز پر لبیک کہے اور ان کا حکم بجالائے، اور جن چیزوں سے منع فرمائیں، ان سے باز رہے ورنہ وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا اور ایمان کی کڑی کو توڑنے والا شمار ہوگا۔

آپ ﷺ کے ارشاد: ''آدمی آدمی سے محبت کرے اور یہ محبت صرف اللہ کے لئے ہو'' کی تشریح میں یحیٰ ابن معاذ فرماتے ہیں: اللہ واسطے محبت کی حقیقت یہ ہے کہ حسن سلوک کے

موقعے پر حد سے آگے نہ بڑھے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی ہو جائے اور سختی کے موقعے پر سختی کرنے میں کمی نہ کرے۔ (فتح الباری، کتاب الایمان م ۱/۶۲)

یہ حدیث اخوت اسلامی کا درس دیتی ہے جو اس وقت تک خالص نہیں ہو سکتی، نہ ہی پائیدار ہو سکتی ہے، نہ اس میں تعاون کا جذبہ ہو سکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اور اس محبت سے اللہ کی رضا نہ مقصود ہو، اور یہ اس وقت نصیب ہوتا ہے جب مومن کو ایمان کی مٹھاس اور چاشنی حاصل ہوتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کی ایک سے زیادہ حدیثوں میں آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو''۔

(فتح الباری، کتاب الایمان م ۱ ص ۶۲)

آپ ﷺ اس اسلامی اخوت کو مختلف مواقع پر بیان فرماتے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے''۔ (فتح الباری، کتاب الایمان م ۱ ص ۶۲)

صحیح اسلامی اخوت اس وقت تک ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتی جب تک تقویٰ نہ ہو۔ اس لیے کہ ایمان کے بغیر اُخوت کا پایا جانا مشکل اور تقویٰ کے بغیر سچائی اور دوستی کا پایا جانا دشوار، اخوت ایمان کے بغیر نہیں پائی جا سکتی، اس کا ثبوت تو یہ آیت کریمہ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تقویٰ کے بغیر دوستی نہیں ہو سکتی اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

(الزخرف:۶۷)

''جو (آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔''

جو شخص صاحب ایمان ہوتا ہے اور اس کے ایمان پر تقویٰ کا رنگ بھی چڑھا ہوتا ہے، تو اس شخص کو ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز'' کے اصول کے تحت ملاقات و تعارف کے پہلے ہی لمحے میں اس شخص سے محبت وانس پیدا ہو جاتا ہے، جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے روحیں تیار کیا ہوا لشکر ہیں جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں باہم مل جاتی ہیں مانوس ہو جاتی ہیں۔ اور جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور الگ نوعیت کی ہوتی ہیں ایک دوسرے سے دور ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ایسا نفس رکھنے والا شخص جس میں خباثت پائی جاتی ہو اور جس کے اندر فساد اور بگاڑ جڑ پکڑ چکا ہو، وہ نفس مومن سے میل نہیں کھاتا، اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ذوق ومزاج کے ہیں۔ روح اور طریق زندگی دونوں اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لہٰذا مخلصانہ اسلامی اخوت ومحبت کے آداب میں یہ شامل ہے کہ جب بھائی کو بھائی سے محبت ہو تو اس کو بتا دے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، اس لئے کہ حدیث شریف میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں ہی نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے''۔

گرم جوشی اور چہرہ کی بشاشت کے ساتھ ملنا اس کو چار چاند لگاتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا اپنے بھائی سے ہنس کر ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے''۔

کفر کی طرف دوبارہ لوٹنا اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا یہ جملہ اللہ واسطے محبت اور ایمان کی حلاوت کی تشریح کے بعد لایا گیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر ایمان جب دلوں میں جم جاتا ہے اور دل کی بشاشت میں رچ بس جاتا ہے تو ایسے شخص کو کفر کی ہر قسم سے نفرت ہو جاتی ہے، ہر غلط چیز اس کو ناگوار ہوتی ہے، وہ ہر قسم کی کجروی سے دور بھاگتا ہے بلکہ اس سلسلے میں بندۂ مومن کے احساسات بہت تیز ہو جاتے ہیں، جس سے وہ حق وباطل اور ایمان وکفر میں فرق کرنے لگتا ہے، کفر کی تمام اقسام مثلاً عہد حاضر میں سیکولرزم، قومیت، اشتراکیت، اور کفر صریح یعنی کھلی ہوئی بت پرستی، علانیہ الحاد اور بے دینی، ہمارے موجودہ زمانے میں ارتداد و بے

دینی کے طرح طرح کے طریقے اور الگ الگ رنگ روپ ہیں جو بعض بھولے بھالے اور سیدھے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس پر ایسا دلکش رنگ روغن چڑھا رہتا ہے کہ اس کا سادہ لوح لوگوں کا سمجھنا اور بھانپنا مشکل ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں ارتداد کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک مسلمان خاص مقصد کے تحت قومیت کے شعار کو رواج دے اس کی دعوت اور اس کی ساری تگ و دو اسی کے لئے ہو۔ خلافت اسلامی کے خاتمے کے فوراً بعد یہودیوں نے اسلامی ممالک میں قوم پرستی کے شعور و جذبات کو ابھارا۔ کیوں؟ تاکہ مسلمانوں کی طاقت پاش پاش ہو وہ متحد رہنے کے بجائے امت مسلمہ کی حیثیت سے ایک جسم ہونے کے بجائے قومیت کے خانوں میں بٹ کر۔ کرد، ترکی، اور عرب الگ قوموں میں بٹ کر ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیں اور اس طرح اسلام کو حکومت سے بے دخل کر دیا جائے اور شریعت اسلامی کو زندگی کے تمام شعبوں سے نکال دیا جائے، دین و عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمان صرف قومیت کی بنیاد پر آپس میں لڑتے رہیں اور اسلام دشمن طاقتوں کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔

ارتداد کی ایک شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو پوری کائنات کا مالک و خالق ہے کسی اور کو حکومت اور قانون سازی کا حق دیا جائے ہر وہ شخص جو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس پر مطمئن ہو، وہ مرتد و کافر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (النساء:٦٥)

''تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔ تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

ارتداد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کتاب و سنت کے کسی جز کا مذاق اڑایا جائے، جیسا کہ ''سلمان رشدی'' نے اپنی کتاب آیات الشیطان میں سنت کے نقوش کا مذاق اڑایا ہے۔

ارتداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ منکرین خدا، منافقوں اور بے دینوں سے اس امید

میں ربط وضبط رکھا جائے کہ ان کے ساتھ رہنے سے عزت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"۔ (المائدۃ:۵۱)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھیں میں سے ہوگا۔ بیشک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ارتداد و بے دینی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت کے لئے ایسی صفات بیان کی جائیں اور ان کا عقیدہ رکھا جائے، جو اس کے شایان شان نہیں، لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسموں میں حلول کرتا ہے (یعنی کسی جسم میں داخل ہو جاتا ہے سما جاتا ہے) وہ شخص کافر اور گمراہ ہے۔ یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم لوگ غنی ہیں یہ ساری باتیں کفر و گمراہی کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ صفات کے اعتبار سے۔ اس کی ذات بے ہمتا، زمان و مکان، حلولیت و جسمیت سب سے منزہ اور پاک ہے وہ اپنے جلال و کمال، بڑائی یکتائی اور ربوبیت میں بے مثال ہے:

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الانعام:۱۰۳)

(وہ ایسا ہے) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الشوریٰ:۱۱)

اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص:۲)

''نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''

ارتداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسلام کی بعض چیزوں پر ایمان لایا جائے اور بعض چیزوں کا انکار کیا جائے، مثلاً کوئی کہے کہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ اسلام عبادت اور اخلاق کا دین تو ہے لیکن میں اس پر نہیں ایمان رکھتا کہ وہ قانون حکومت اور دستور حیات بھی ہے، اسلام کے متعلق یہ تصور و خیال آدمی کو ارتداد کا شکار بنا دیتا ہے اور اس کو کفر کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ. (البقرة: ۸۵)

''(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (خدا) کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں۔''

موجودہ حالات اور حدیث

(۱) اس حدیث میں حضور ﷺ نے ''اُحب'' تفضیل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے تاکہ مومن پر یہ بات واضح ہو کہ حلاوت ایمان کے لئے تنہا محبت کافی نہیں بلکہ یہ محبت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو، محبت کی دیگر قسموں سے ممتاز و فائق ہو، مثلاً اپنی ذات سے محبت، اولاد سے محبت، بیوی سے محبت، مال و شہرت کی محبت، لہٰذا جو شخص اپنے اندر یہ محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھے۔

(۲) حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی بھی ایک لذت ہے جو دل میں حسی محبت کی طرح ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا احساس اسی شخص کو ہوتا ہے، جس کا

سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو، جس کے نتیجے میں وہ فضائل اخلاق سے سنورنے کی فکر کرتا ہے، احکام پر عمل کے لیے کوشاں رہتا ہے، دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا ہے، پست اور گھٹیا باتوں سے جن سے دین نے منع کیا ہے بچتا ہے، اس سے خود دور رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتا ہے لہٰذا مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دوستی اور اسی سے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو محبت کی دیگر تمام قسموں پر مقدم رکھے۔

(۳) حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت اللہ کے رسول ﷺ سے ہونی چاہئے، اس لئے کہ آپ ہی کی ذات انسانوں کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے۔

اب اگر بندۂ مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے اس معیار پر نہیں اترتا تو اس کو ایمان کی مٹھاس نہیں نصیب ہوگی اور نہ اس کی لذت سے لطف اندوز ہو سکے گا۔

آج اس بات کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی سے صحابۂ کرام کی محبت کے قصے پڑھیں کہ واقعی ان کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت تھی، اور آپ کی محبت کو اپنی جانوں پر بھی مقدم رکھتے تھے اور آپ کے پیچھے سب کچھ قربان کر دینے کو تیار رہتے تھے، اس لئے کہ ان کو ایمان کا مزہ مل گیا تھا اور اس سے لطف اندوز ہو چکے تھے۔